⊙ کاشف عمران
پی ایچ ڈی اسکالر، شعبہ اُردو، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان
⊙⊙ ڈاکٹر روبینہ ترین
پروفیسر (ریٹائرڈ)، شعبہ اُردو، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

اردو خمریات اور ریاض خیر آبادی کی انفرادیت

Abstract:

Khamriat is an Arabic word that refers to wine poetry or poetry about any other form of intoxication. The tradition of Urdu Khamriat is as old as the Urdu poetry itself is. Quli Qutub Shah is considered to be first Sahib e Diwan poet in Urdu. His diwan/Kuliyat is first presentation of Khamriat at a large scale in Urdu. Quli Qutub Shah translated Persian Ghazals of Khawja Hafiz Sherazi into Dakani Urdu. He himself wrote many verses about wine and intoxication of beauty. Before Quli Qutub Shah , Urdu wine poetry had scores of poets but their poetry could not be saved properly in their times. Syed Mahmood , Feroz Shah Bahmani & Mushtaq were great poets of wine poetry in our Urdu tradition before Quli Qutub Shah. Wali of Deccan is famous for his wine poetry but there were many wine poets between Quli Qutub Shah and Wali Dakani. This article reviews the Urdu tradition of Wine poetry from the beginning to Deccan and then from Sheikh Zahoor ud Din Hatim to Mirza Asadullah Khan Ghalib, Mirza Khan Dagh Dehelvi and Ameer Ahmad Ameer Meenai. In the next phase this article discusses the wine poetry of Syed Riaz Ahmad Khairabadi in the light of said tradition. This article concludes that Riaz Khairabadi was a unique poetry of this Khamriat traditon in Urdu. Riaz himself was a non-drinker but on the basis of his poetry, he

becomes a great name in this tradition. He promoted the tradition of Khamriat in the times when Urdu poems were being promoted.

Keywords:

Urdu, Poetry, Khamriat , Wine , Beauty , Intoxication, Traditon

شاعر کا اپنے کلام میں شراب اور دیگر نشہ آور اشیا کا تذکرہ کرنا 'خمریات' کہلاتا ہے۔ اُردو میں خمریات کی روایت اتنی ہی قدیم ہے جتنی کہ خود اُردو شاعری قدیم ہے اُردو میں پہلا صاحبِ دیوان شاعر قلی قطب شاہ (۱۵۶۵ء۔۱۶۱۱ء)(۱) کو شمار کیا جاتا ہے اور قلی قطب شاہ ہی اول اول اُردو خمریات کو فروغ دینے والا شاعر بھی ہے۔ قلی قطب شاہ کے ضخیم کلیات میں حافظ شیرازی کی فارسی غزلوں کا دکنی اُردو میں ترجمہ ملتا ہے:

حافظؔ: بعزم توبہ سحر گفتم استخارہ کنم بہار توبہ شکن می رسد چہ چارہ کنم (۲)

قلی قطب شاہ: منگیا جو توبہ کے تیں صبح استخارہ کروں ہنگام توبہ توڑن آیا میں کیا چارہ کروں (۳)

حافظؔ: گل بے رخِ یار خوش نباشد بے بادہ بہار خوش نباشد (۴)

قلی قطب شاہ: پھُل بن رخ ِ یار خوش نہ دیسے بن مد چھلی جھاڑ خوش نہ دیسے (۵)

حافظؔ: یوسفِ گم گشتہ باز آید بہ کنعاں غم مخور کلبۂ احزاں شود روزی گلستاں غم مخور (۶)

قلی قطب شاہ: یوسف گم سو پھر آ گا اب بہ کنعاں غم نہ کھا گھر ترا امید کا ہو گا گلستاں غم نہ کھا (۷)

حافظ: آنکس کہ بدست جام دارد سلطانی جم مدام دارد (۸)

محمد قلی قطب شاہ نے اس غزل کا ترجمہ دو جگہ کیا ہے مطالع یہ ہیں:

قلی قطب شاہ: جے کو کہ ہتیلی جام لیا سلطانی جم مدام لیا (۹)

قلی قطب شاہ: جے کو کہ ہتا میں جام لی ئے سلطانی جم مدام کیئے (۱۰)

حافظؔ کی غزلیات کے ترجمہ کے علاوہ قلی قطب شاہ کی طبع زاد غزلیات کا جائزہ لیا جائے تو اس نے 'شراب' کو بطور ردیف استعمال کیا ہے۔ اس غزل کا مطلع ہے:

صباحی او مُکھ دیکھ پینا شراب فرح بخش ساعت میں لینا شراب (۱۱)

اس شعر سے واضح ہے کہ شاعر لوازمِ مے سمیت تمام روایتِ خمر سے واقف تھا اور شراب و شباب اس کے کلام میں یکجا نظر آتے ہیں۔ اگر ہم اختصار کی خاطر صرف قلی قطب شاہ کی اصطلاحاتِ خمر کا جائزہ لیں تو ان میں شراب، نُقُل، ساقی، خمار، نشہ، صہبا، صراحی، مئے لعل، مریدِ پیرِ میخانہ، زاہد، پیالہ، عرق، کوثر شراب، ان گنت تراکیب ہیں جن کا ذکر وہ بہت بے تکلفی اور سہولت سے کرتا ہے۔ دکنی اُردو ادب کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ قلی قطب شاہ سے پہلے دکنی شاعری کے کئی ادوار گزر چکے تھے۔

قلی قطب شاہ کے وہ خمریاتی پیش رو جن کا امتدادِ زمانہ سے بچا ہوا کچھ کلام دستیاب ہے ان میں سید محمودؔ، فیروز شاہ بہمنی (متخلص بہ فیروزیؔ وعروجیؔ) اور مشتاقؔ شامل ہیں (۱۲) قلی قطب شاہ اور ولیؔ (۱۶۴۸ء۔۱۷۰۷ء)(۱۳) کے

درمیان بہت سے شعرا گزرے۔قطب شاہی دور کا ملک الشعرا غواصی خمریاتی روایت کا اہم شاعر تھا۔نہایت اختصار سے آگے بڑھتے ہوئے اس کے صرف دو اشعار پیشِ خدمت ہیں۔ پہلا شعر اطلاقی خمریات کا حامل ہے جس میں شاعر بادشاہ سے عنایات کا طلب گار ہے اور کہتا ہے:

تج لطف کے چشمے کے مٹھے پانی کی　　　لاگی ہے بڑی آج منجے پیاس شہا (۱۴)

دکنی ادب سے واقفیت رکھنے والے احباب واقف ہوں گے کہ ساقی نامہ کی طرح دکن میں 'پیالا' کو بھی صنف کا درجہ حاصل رہا ہے۔ یہ بنیادی طور پر خمریاتی غزل ہوتی تھی جس میں 'پیالا' / 'پیالہ' بطور ردیف استعمال ہوتا تھا شعر دیکھیں، محبوب کے مست ہونٹوں کی شراب کی خبر پا کر پیالا محبت والوں کو شکرانے کے طور پر شکر بانٹتا ہے۔

پیا کے مست اُدھر کی مَد کی پایا جب خبر پیالا　　　پرت والیاں کوں شکرانے کی بانٹیا تب شکر پیالا (۱۵)

اسی غزل کے مقطع میں غواصی تعلّی سے کام لیتے ہوئے باقی شعرا کے پیالوں کے مقابل اپنے پیالے کو 'امر پیالا' قرار دیتا ہے۔(۱۶) دیگر خمریاتی شعرا میں عبداللہ قطب شاہ، سالک، شاہ میراں خدانما، ملک الشعرا نصرتی، ہاشمی بیجاپوری اور محمد حسینی معظم شامل ہیں۔ معظم کا ایک شعر ملاحظہ ہو:

جب سے پیا ہوں جام میں اس مست کے دیدار کا　　　تب سے دیکھو دستا مجھے سب شہر اور بازار مست (۱۷)

خمریاتی غزل میں ایک ناگزیر نام وؔلی کا ہے، ولی کی زبان اپنے پیش روشعرا کی نسبت جدید اُردو کے قریب تر ہے۔اگرچہ دہلی والوں کو وؔلی کے دیوان میں ایہام ہی نظر آیا تھا تاہم ولی کے ہاں ہمیں ایک پختہ اور بھرپور روایتِ خمر نظر آتی ہے۔ وؔلی جہاں دیسی اور 'پرتگالی' شراب سے واقف ہے وہیں پر وہ خمریات کی فارسی روایت اور دکنی روایت کا امین بھی ہے۔شعر ملاحظہ ہو:

آرزوئے چشمۂ کوثر نہیں　　　تشنہ لب ہوں شربتِ دیدار کا (۱۸)

شراب کی تلخی دور کرنے کے لیے نُقل کا استعمال ہوا کرتا تھا لیکن لبِ محبوب کی حلاوت کا اثر یہ ہے کہ:

تری لب کی حلاوت نے کیا مجھ طبع کو شیریں　　　ہوا ہے نُقلِ مجلس ذکر مجھ شیریں مقالی کا (۱۹)

اور آخر میں وؔلی کا 'خمریاتی ایہام' کا ایک شعر دیکھیں:

وؔلی لکھتا ہے تیری مست انکھیاں دیکھ اے ساقی　　　بیاضِ گردنِ مینا اُپر دیوان جامی کا (۲۰)

دکن کی خمریاتی غزل میں داؤد اورنگ آبادی (۱۶۸۸ء۔۱۷۵۵ء)(۲۱) اور سید سراج اورنگ آبادی (۱۷۱۴ء۔۱۷۶۳ء)(۲۲) اہم نام ہیں۔داؤد کا پورا دیوان سراپا انتخاب ہے اختصار کی خاطر 'شرابِ حسن' کے صرف ایک شعر پر اکتفا کرتے ہیں:

تر دماغی کو میری وہ روغنِ بادام ہے　　　یاد میں تجھ چشم کی پیتا ہوں جو جامِ شراب (۲۳)

صوفی شاعر سرؔاج اورنگ آبادی غزل، تصوف اور خمریات میں انفرادیت کا حامل ہے، سراج کا صرف ایک شعر دیکھ کر ہم دکن سے شمالی ہند کی روایتِ خمر کا رخ کریں گے:

مستِ دیدار کوں درکار نہیں شیشہ و جام　　　گردشِ چشمِ صنم جائے مئے ناب ہوا (۲۴)

دیوانِ وؔلی کے دلی پہنچنے کے بعد اُردو خمریات اپنے تمام عناصر سمیت وہاں منتقل ہوگئی اور جب دلی والے ایہام

پرستی سے تازہ گوئی کی طرف آئے تو خمریات کو بھی فروغ ملا۔شمالی ہند میں خمریاتی شعرا کی فہرست بہت طویل ہے۔اس میں سے کچھ اہم نام یہ ہیں: شیخ ظہور الدین حاتم (۱۶۹۹ء۔۱۷۸۳ء)، میرزا رفیع سودا (۱۷۱۳ء۔۱۷۸۱ء)، خواجہ میر درد (۱۷۲۷ء۔۱۷۸۴ء)، میر عبدالحیٔ تاباں (۱۷۰۷ء۔۱۷۹۹ء)، انعام اللہ خان یقین (۱۷۲۸ء۔۱۷۵۵ء)، قائم چاند پوری (۱۷۲۳ء۔۱۷۹۳ء)، میر تقی میر (۱۷۲۳ء۔۱۸۱۰ء)، نظیر اکبر آبادی (۱۷۳۵ء۔۱۸۳۰ء)، میر محمدی بیدار (و:۱۷۹۶ء)، میر حسن (۱۷۴۰ء۔۱۷۸۶ء)، غلام ہمدانی مصحفی (۱۷۳۰ء۔۱۸۲۴ء)، قلندر بخش جرأت (۱۷۴۸ء۔۱۸۰۹ء)، انشا اللہ خاں انشا (۱۷۵۲ء۔۱۸۱۷ء)، حیدر علی آتش (۱۷۷۸ء۔۱۸۴۸ء)، امام بخش ناسخ (و:۱۸۳۷ء)، شاہ نصیر (۱۷۶۱ء۔۱۸۳۸ء)، شیخ ابراہیم ذوق (۱۷۸۹ء۔۱۸۵۴ء)، بہادر شاہ ظفر (۱۷۷۵ء۔۱۸۶۲ء)، مصطفیٰ خان شیفتہ (۱۸۰۶ء۔۱۸۶۹ء)، مومن خان مومن (۱۸۰۰ء۔۱۸۵۱ء)، اسداللہ خان غالب (۱۷۹۷ء۔۱۸۶۹ء)، میرزا خاں داغ دہلوی (۱۸۳۱ء۔۱۹۰۵ء)، امیر احمد امیر مینائی (۱۹۰۰ء۔۱۸۲۹ء)(۲۵) وغیرہ۔ان میں سے آخری شاعر امیر مینائی، ریاض خیر آبادی کا استاد ہے۔ویسے تو ہر شاعر کا کلام اپنی انفرادیت کا حامل ہے لیکن اختصار کی خاطر ہم صرف غالب، داغ اور امیر کی خمریات کا مختصر جائزہ لیتے ہیں۔غالب کو اُردو خمریات میں ایک اہم سنگِ میل کی حیثیت حاصل ہے، کچھ اشعار پیش خدمت ہیں۔ملاحظہ کیجیے کہ ظرف، تشنہ لبی، عطائے ساقی، وسعتِ طلب کتنے ہی موضوعات کو غالب نے ایک شعر میں سمالیا ہے:

بقدرِ ظرف ہے ساقی خمارِ تشنہ کامی بھی جو تو دریائے مے ہے تو میں خمیازہ ہوں ساحل کا (۲۶)

اپنی منزل کی طرف دھیان، اپنے مسلک اور اپنے میکدے سے وفا، اس شعر سے سمجھ آتی ہے:

نفس نہ انجمنِ آرزو سے باہر کھینچ اگر شراب نہیں انتظارِ ساغر کھینچ (۲۷)

بھرے اور خالی کے تضاد کا لطف اپنی جگہ، معنوی لحاظ سے شاعر نے کتنا بڑا فلسفہ زندگی ہمیں سکھایا ہے:

رہا آباد عالم اہلِ ہمت کے نہ ہونے سے بھرے ہیں جس قدر جام و سبو میخانہ خالی ہے (۲۸)

غالب کے اس شعر کو منشورِ خمریات کہیں یا خلاصۂ خمریات، بات بہت پتے کی ہے:

ہر چند ہو مشاہدۂ حق کی گفتگو بنتی نہیں ہے بادہ و ساغر کہے بغیر (۲۹)

ریاض خیر آبادی (۱۸۵۴ء۔۱۹۳۴ء)(۳۰) کی خمریات پر بات بعد میں کی جائے گی لیکن درج بالا شعر کے حوالے سے حکیم برہم کی یہ رائے دیکھتے جائیں:

''شراب آپ کی شاعری کا ایک خاص رنگ رہا ہے اور آپ نے اس رنگ میں ہزار ہا باریک سے باریک مسائلِ تصوف بیان کر ڈالے......

حضرتِ غالب کا قول ہے:

ہر چند ہو مشاہدۂ حق کی گفتگو بنتی نہیں ہے بادہ و ساغر کہے بغیر

اور حضرتِ ریاض کا تمام دیوان اسی شعر کی تائید میں ہے۔''(۳۱)

خمریات کی اس روایت کو غالب کے ساتھ ساتھ داغ اور امیر نے عروج پر پہنچا دیا۔دونوں کا ایک ایک شعر ملاحظہ ہو۔شیخ اور زاہد پر طنز کے تیر ہر دور میں چلائے جاتے رہے ہیں لیکن داغ کا شعر زاہد کو تکنیکی شکست دیتا ہے:

حضرتِ زاہد ہر اک نشہ کو عادت شرط ہے ‌‌ ‌ ‌ مر نہ جائیں گے شرابِ چشمۂ کوثر سے آپ (۳۲)

ایک غزل میں 'شراب' کو بطور ردیف استعمال کرتے ہوئے امیرؔ نے رنگا رنگ خمریاتی شعر تخلیق کیے ہیں۔ایک شعر دیکھیں کہ کس طرح شباب کا رنگ شراب کے رنگ کو بدل رہا ہے:

عجب ساقی گندمی رنگ ہے ‌ ‌ ‌ ‌ کہ پرتو سے بنتی ہے دھانی شراب (۳۳)

اس پورے پس منظر اور ماحول کو ذہن میں رکھتے ہوئے حیرت ہوتی ہے کہ اتنا خمریاتی سرمایہ موجود ہونے کے باوجود بہت جلد جدید اُردو غزل میں خمریات کو بڑی حد تک نظر کر دیا گیا۔ایسے میں ریاضؔ سامنے آتا ہے،خود غیر شرابی (۳۴) ہونے کے باوجود اپنے زمانہ اور آنے والے کئی ادوار کا سب سے بڑا شاعرِ خمر قرار پاتا ہے۔ریاض خیر آبادی نے روایت میں غوطہ زن ہو کر اس کا ایسا عمیق مطالعہ کیا تھا کہ وہ عربی، فارسی،اُردو روایتِ خمر کے ہر ایک پہلو سے بھرپور واقف تھا اور اس کا کلام دیکھ کر پختہ کار شرابی تڑپ اٹھتے تھے۔آیئے خمریات کے مختلف موضوعات کے حوالے سے ریاض کے کچھ اشعار کا جائزہ لیتے ہیں۔رغبتِ میخانہ:

رہنے دے گا نہ دمِ ذبح کوئی حلق کو خشک ‌ ‌ ‌ ‌ میکدے میں ہمیں اتنا تو سہارا ہوگا (۳۵)

شاعر کو مے و میخانہ سے اس قدر الفت ہے کہ وہ میخانے میں اس امید پر ذبح ہونے کے لیے تیار ہے کہ مرتے ہوئے اس کے حلق کو تر کرنے کے لیے شراب منہ سے لگائی جائے گی۔ایک اور شعر دیکھیں؛ شاعر کندھے پر شراب کا مٹکا اور ہاتھ میں مینا لیے ہر جگہ بے جھجک گھوم رہا ہے:

میں کہیں جاؤں وہ محشر ہو کہ ہو محفلِ وعظ ‌ ‌ ‌ ‌ دوش پر میرے سبو ہاتھ میں مینا ہوگا (۳۶)

زہاد سے چھیڑ چھاڑ:

بہت سے رند بھی دیکھے بہت سے زاہد بھی ‌ ‌ ‌ ‌ انھیں تو پیر ہمیشہ انھیں جواں دیکھا (۳۷)

صنعتِ لف و نشر غیر مرتب سے کام لیتے ہوئے زاہد کو چھیڑا جا رہا ہے کہ زہاد ہمیشہ نقاہت اور پیری کا شکار رہتے ہیں جب کہ مے نوش ہمیشہ جوان اور تازہ دم رہتے ہیں۔ایک اور شعر دیکھیں جس میں بظاہر ریاض خود اپنا مذاق اڑاتے ہوئے کہتا ہے:

بنائی کیا بری گت میکدہ میں بادہ نوشوں نے ‌ ‌ ‌ ‌ ریاضؔ آئے تھے کل جامہ پہن کر پارسائی کا (۳۸)

علامتی اشعار:

جب تک ملے گی قرض پئے جائیں گے ضرور ‌ ‌ ‌ ‌ ہم جانتے ہیں مفت ہے سودا اُدھار کا (۳۹)

بظاہر اس شعر میں شاعر قرض پر شراب کو مفت سمجھ کر ہڑپ کرنا چاہتا ہے لیکن درحقیقت اس شعر میں نہ صرف غریب مے نوشوں کی بات ہے بلکہ اس میں عیاش حکمرانوں کی نفسیات بھی بیان کی گئی ہے جو قوم کا بال بال قرض میں جکڑوا کر اپنی عیاشیوں پر لگا دیتے ہیں۔ایک اور علامتی شعر ملاحظہ ہو:

دھبا نہ آئے ریشِ حنائی پر اے ریاضؔ ‌ ‌ ‌ ‌ گر سن نہیں ہے مگر زمانہ بہار کا (۴۰)

اسلوب کی شوخی اور اپنی ریشِ حنائی کے مذاق کے علاوہ معنوی لحاظ سے اس شعر میں زندگی گزارنے کا ڈھنگ سکھایا گیا ہے اور اسی وضعِ احتیاط کو ہی تہذیب کا نام دیا جاتا ہے،اس شعر کو پڑھ کر ہمارا دھیان مجید امجدؔ کے ایک شعر کی طرف جاتا ہے:

امجدؔ طریقِ مے میں ہے یہ احتیاط شرط ‏ اک داغ بھی کہیں نہ سرِ پیرہن پڑے (۴۱)

توبہ اور شکستِ توبہ: یہ ریاضؔ کے پسندیدہ ترین خمریاتی موضوعات میں سے ہے، ریاضؔ نے اس پر ایک سے بڑھ کر ایک اشعار لکھے ہیں۔ ساقی کس طرح ایک مے نوش کو توبہ سے باز رکھنے کی کوشش کرتا ہے، ایک دلچسپ مکالمہ اس شعر میں موجود ہے:

توبہ سے ڈرایا مجھے ساقی نے یہ کہہ کر ‏ توبہ شکنی کے لیے اصرار نہ ہو گا (۴۲)

مے نوش شاید اس میدان میں نیا نیا ہے اور کوئی 'شیخ' اسے بہکا رہا ہے کہ وہ مے نوشی سے توبہ کر لے۔ ساقی اپنے تجربے کی بنیاد پر اسے تنبیہ کر رہا ہے کہ بعد میں تمہارے جیسے توبہ توڑنے کے بہانے ڈھونڈتے ہیں، سوچ سمجھ کر توبہ کرنا میں توبہ توڑنے کے لیے تم پر کبھی زور نہیں ڈالوں گا۔ ایک اور زبردست شعر دیکھیں:

جام ہے توبہ شکن توبہ مری جام شکن ‏ سامنے ڈھیر ہیں ٹوٹے ہوئے پیمانوں کے (۴۳)

اس موضوع پر اس سے اچھا شعر شاید ہی کبھی کہا جا سکے، جامِ شراب کی وجہ سے توبہ ٹوٹتی ہے، توبہ کی وجہ سے جام ٹوٹتے ہیں اور سامنے ٹوٹے ہوئے پیمانوں کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں، کچھ ٹوٹے ہوئے پیمان توبہ ہیں اور کچھ ٹوٹے ہوئے جام و پیمانہ ہیں۔

عرقِ انفعال: شرم کے مارے چھوٹنے والے پسینے کو عرقِ انفعال کہا جاتا ہے۔ اس بارے میں ریاضؔ نے خوب مضامین نکالے ہیں:

پی کے آیا عرقِ شرم جبیں پر جو کبھی ‏ چہرے پر بادہ کشو نور برستا ہوگا (۴۴)

شراب پینے کو ریاضؔ نے یہاں گناہ کے طور پر پیش کیا ہے اور کہا ہے کہ اگر گناہ کے بعد خوفِ خدا سے ماتھے پر پسینہ آجائے تو چہرہ نورانی ہو جائے یعنی توبہ قبول ہو جائے اور بخشش ہو جائے، قابلِ غور بات یہ ہے کہ شراب پینے سے دل کی دھڑکنیں تیز تر ہو جاتی ہیں اور مے نوش کو شراب کی وجہ سے بھی پسینہ آ سکتا ہے۔ اِنفعال ہی کے حوالہ سے ایک اور شعر دیکھیے:

میرے گنہ ہیں باعثِ بخشش مرے لئے ‏ میرے گنہ سبب ہیں مرے انفعال کا (۴۵)

یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کو دنیا کے تمام مذاہب متفقہ طور پر تسلیم کرتے ہیں کہ بندہ گناہ کر لینے کے بعد اگر واقعی شرمندہ ہو، اپنے کیے پر پچھتائے اور سچے دل سے توبہ کر لے تو اس کی خطائیں معاف ہو جاتی ہیں اور اس کا انفعال اس کی بخشش کا سبب بن جاتا ہے لیکن توبہ کرنے کے بعد گناہوں سے دور ہو جانا شرط ہے۔

واعظ، پارسا: خمریاتی روایت میں یہ سب منفی کردار ہیں۔ سبھی شعرا نے حسبِ توفیق ان کی خبر لی ہے لیکن ریاضؔ کا رنگ یہاں بھی سب سے الگ ہے۔ مثلاً شعر دیکھیں:

ہلکی شراب پی جو کسی نازنیں کے ساتھ ‏ واعظ میں اس گنہ سے گراں بار کیا ہو (۴۶)

واعظ سے سادہ سا سوال پوچھا ہے کہ اگر میں کسی نازنیں کے ساتھ مل کر 'ہلکی پھلکی سی' شراب پی لوں تو اس کو ہلکا گناہ ہی شمار کیا جانا چاہیے لیکن تم کہتے ہو کہ نہیں یہ بہت بڑا گناہ ہے، یہ انصاف تو نہ ہوا۔ ریاضؔ ایسا ستم ظریف ہے کہ وہ خود سمیت کسی پارسا کو معاف نہیں کرتا، شعر ملاحظہ ہو

پارسا بن کے ریاضؔ آئے ہیں میخانے میں ‏ آپ بیٹھے ہیں بچائے ہوئے دامن کیسا (۴۷)

ریاضؔ خود کوئی اور بن کر ریاضؔ کو زبردستی مے پلانے کی بات کر رہا ہے تا کہ اس پارسا کو مزا چکھایا جا سکے کہ وہ مے خانے میں

کیا لینے آیا ہے۔

شرابِ حسن: خمریاتی روایت میں جب شاعر حسن کا بیان نشے یا شراب کی طرح کرے تو اسے شرابِ حسن کا نام دیا جاتا ہے۔ ریاض کا شعر دیکھیے:

اس کے آغازِ جوانی کا کہوں کیا عالم　　　کچھ اسے نشہ سا تھا نشے میں وہ چور نہ تھا (۴۸)

جب کوئی حسین مکمل جوان ہو جائے تو چاہنے والوں کی لمبی قطار اسے حسن کے غرور اور نشے میں چور چور کر دیتی ہے لیکن آغازِ جوانی میں نشے کا بھی آغاز ہی ہوا کرتا ہے اور اس کو 'کچھ نشہ سا' کہہ کر شاعر نے حق ادا کر دیا ہے ایک اور شعر ملاحظہ ہو

نشے سے جھکی پڑتی ہیں یوں ہی تری آنکھیں　　　چھیڑوں سے مری اور بڑھا بوجھ حیا کا (۴۹)

یہ واضح نہیں ہے کہ معشوق کی آنکھیں جوانی اور محبت کے نشے سے جھکی پڑتی ہیں یا پھر مے کے نشے سے لیکن نشہ اتنا شدید ہے کہ اس کا آنکھ اٹھا کر دیکھنا محال ہے اور اس پر مستزاد عاشق کی چھیڑ چھاڑ ہے جس نے حیا کا بوجھ مزید بڑھا دیا ہے۔

ریاض کا تعلق اگرچہ دبستانِ لکھنو سے تھا لیکن ریاض نے اپنی ایک الگ پہچان بنائی، اس کا اعتراف کرتے ہوئے 'لکھنو کا دبستان شاعری' کے مصنف ابواللیث صدیقی نے سلسلہ مصحفی میں ۷ اصفحات پر ریاض خیر آبادی کا مفصل ذکر لکھنے کے بعد مجموعی رائے ان الفاظ میں دی ہے:

''موجودہ دور میں لکھنوی رنگ کے علم برداروں میں ریاض کا پایہ بلند ہے اور وہ رسمی شاعری کی عام ڈگر سے ہٹ کر حقیقی شاعری کے بہت قریب آ گئے ہیں۔'' (۵۰)

ریاض کی خوبی یہ تھی کہ وہ کسی بھی موضوع پر بڑی سہولت سے بات کہہ جاتا تھا۔ حرم، کعبہ، مدینہ جیسے حساس موضوعات پر ریاض کے خمریاتی اشعار بہت سے ہیں بطور مثال دیکھیے:

آبِ زم زم کے سوا کچھ نہیں کعبے میں ریاض　　　میکدہ تم جسے سمجھے ہو مدینا ہو گا (۵۱)

سادات کے مذہبی گھرانے سے تعلق رکھنے والا ریاض وارثی سلسلہ میں بیعت تھا اور جب مدینے کو میکدہ کہتا تھا تو اس سے مراد وہ روحانی فیوض و برکات لیتا تھا۔ ریاض نے سب سے زیادہ بے تکلفی حرم، کعبہ اور فرشتوں کے ساتھ دکھائی ہے۔ ایک شوخ شعر دیکھیں:

اس واسطے کہ آؤ بھگت مے کدے میں ہو　　　پوچھا جو گھر کسی نے تو کعبہ بتا دیا (۵۲)

فرشتوں کے بارے میں ریاض کی شوخی آخری درجے کو پہنچی ہوئی ہے:

بارِ عصیاں کے لیے یا رب فرشتہ بھیج دے　　　ہم لدے آئے ہیں اپنے شیشہ و ساغر سے آپ (۵۳)

خدا کے ساتھ شاعر کی بے تکلفی دیکھیں:

پی کے مے ذکرِ خدا، شکرِ خدا، یادِ خدا　　　ہے ہمارے واسطے شغلِ مے و مینا ثواب (۵۴)

صیام کے بارے میں شوخی دیدنی ہے:

عید کے دن میکدے میں ہے کوئی ایسا ریاض　　　ایک چلو دے کے جو لے تیس روزوں کا ثواب (۵۵)

مزے کی بات یہ ہے کہ ایسی باتیں وہ شاعر لکھ رہا تھا جو خود نماز روزے کا پابند ہے، تہجد گزار ہے، لیکن ریاض نے اپنی زندگی ہی میں خود کو شاعرِ خمریات کے طور پر منوا لیا تھا۔ مثلاً ریاض کی زندگی میں جنوری ۱۹۳۰ء میں چھپنے والے 'الناظر' لکھنو میں جگر مراد آبادی اور افتخار علی جگر بسوانی کی غزلیات 'غزل' کے عنوان سے شائع ہوئیں اور ریاض خیر آبادی کی غزل پر 'خُم کدۂ ریاض' کا عنوان جمایا گیا(۵۶) ریاض کی وفات کے کچھ عرصہ بعد حامد حسن قادری نے آگرہ سے اپنے مضامین و مقالات کا مجموعہ نقد و نظر کے عنوان سے شائع کیا تو اس میں چودہ صفحات پر مشتمل ایک مقالہ خمریاتِ ریاض کے حوالے سے بھی شامل تھا، اس کا عنوان ''خم خانۂ ریاض'' تھا(۵۷)۔ مجموعی طور پر ریاض روایتِ خمر کا ایسا شاعر ہے جس کے ہاں زبان کی صفائی، کلاسیکی انداز کی غزل اور خمریات کے مختلف پہلو اس کے اپنے مخصوص اسلوب میں ملتے ہیں۔ ریاض نے نہ صرف روایتِ خمر کو سمجھا اور ہضم کیا بلکہ اس روایت کو آگے بڑھایا اور اس روایت کا ایسا ناگزیر حصہ بن گیا کہ غیر منقسم ہندوستان کی غزل پر بات ہو یا خمریات پر، ریاض کا ذکر بہرحال کرنا پڑے گا۔

حوالہ جات

۱۔ سنین بمطابق: سیدہ جعفر، مقدمہ: کلیاتِ محمد قلی قطب شاہ، (دہلی: قومی کونسل برائے فروغِ اُردو زبان، ۲۰۱۳ء)

۲۔ خواجہ حافظ شیرازی، دیوانِ حافظ (، لاہور، شیخ مبارک علی، سن ندارد)، ص ۲۷۷

۳۔ کلیاتِ محمد قلی قطب شاہ، ص ۶۱۵

۴۔ دیوانِ حافظ، ص ۱۸۸

۵۔ کلیاتِ محمد قلی قطب شاہ، ص ۶۶۶

۶۔ دیوانِ حافظ، ص ۲۲۵

۷۔ کلیاتِ محمد قلی قطب شاہ، ص ۴۸۳

۸۔ دیوانِ حافظ، ص ۱۱۵

۹۔ کلیاتِ محمد قلی قطب شاہ، ص ۴۸۷

۱۰۔ ایضاً، ص ۶۸۳

۱۱۔ ایضاً، ص ۴۹۶

۱۲۔ ملاحظہ کیجیے (برائے تفصیلی مطالعہ):

محمد علی اثر، دکنی شاعری تحقیق و تنقید، (حیدرآباد (دکن): ۱۹۸۸ء)

محمد علی اثر، دکنی غزل کی نشوونما، (حیدرآباد دکن: الیاس ٹریڈرس، ۱۹۸۶ء)

محی الدین قادری زورؔ، دکنی ادب کی تاریخ، (کراچی: اُردو اکیڈمی سندھ، ۱۹۶۰ء)

محمد علی اثر، دکنی اور دکنیات، (حیدرآباد دکن: الیاس ٹریڈرس، ۱۹۸۲ء)

محمد علی اثر، دکنی اُردو میں خمریہ شاعری، مشمولہ: نوادراتِ تحقیق، (حیدرآباد دکن: ادارۂ شعر و حکمت، ۱۹۹۶ء)

۱۳۔ سنین بمطابق: بشارت فروغ، وفیاتِ مشاہیرِ اُردو، (لکھنو: اترپردیش اُردو اکیڈمی، ۲۰۰۰ء)

۱۴۔ بحوالہ: محمد علی اثر، دکنی شاعری: تحقیق و تنقید، (حیدرآباد دکن: ۱۹۸۸ء)، ص ۵۱

۱۵،۱۶۔ ایضاً، ص ۵۲

۱۷۔ ایضاً، ص ۵۳

۱۸۔ نورالحسن ہاشمی، کلیاتِ ولیؔ، (لکھنو: اترپردیش اُردو اکادمی، ۱۹۸۹ء)، مرتبہ، ص ۹۳

۱۹۔ کلیاتِ ولیؔ، ص ۱۰۲

۲۰۔ ایضاً، ص ۱۰۴

۲۱۔ سنین بمطابق: خالدہ بیگم، دیوانِ داؤد اورنگ آبادی، (حیدرآباد (دکن): نیشنل فائن پریس، ۱۹۵۸ء)

۲۲۔ سنین بمطابق: عبدالقادر سروری، کلیاتِ سراج، (دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، ۱۹۴۰ء)، مرتبہ

۲۳۔ دیوانِ داؤد اورنگ آبادی، ص۴۰

۲۴۔ عبدالقادر سروری، کلیاتِ سراج، (دہلی، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، ۱۹۴۰ء)، (مرتبہ)، ص۱۴۰

۲۵۔ سنین بمطابق: وفیاتِ مشاہیرِ اُردو

۲۶۔ مرزا اسداللہ خان غالب، دیوانِ غالب، (دہلی: حالی پبلشنگ ہاؤس، ۱۹۶۹ء)، ص۱۱

۲۷۔ ایضاً، ص۵۳ ۲۸۔ ایضاً، ص۱۷۵

۲۹۔ ایضاً، ص۵۸

۳۰۔ سنین بمطابق: وفیاتِ مشاہیر اُردو

۳۱۔ حکیم برہم، حضرت ریاض کی شاعری، مشمولہ قلقل مینا، از: خلیل اللہ خاں، (لکھنو: ۱۹۹۸ء)

۳۲۔ مرزا خاں داغ دہلوی، دیوان داغ، (دہلی: رتن اینڈ کو ناشران کتب، سن ندارد) ص۳۵

۳۳۔ امیر احمد مینائی، دیوانِ امیر، (لکھنو: نول کشور، سن ندارد)

۳۴۔ برائے تفصیل ملاحظہ ہو:

انور کمال حسینی، پیش لفظ، مشمولہ: کلامِ ریاض خیر آبادی، (دہلی: اسٹار پبلی کیشنز، ۱۹۶۰ء)

مقدمہ از سید سبحان اللہ، مشمولہ: ریاض رضوان، (حیدر آباد دکن: اعظم اسٹیم پریس، ۱۹۳۸ء)، مرتبہ سید نیاز احمد

۳۵،۳۶۔ سید نیاز احمد، ریاض رضوان، مرتبہ، ص۳

۳۷۔ ایضاً، ص۴ ۳۸۔ ایضاً، ص۲۳

۳۹۔ ایضاً، ص۲۶ ۴۰۔ ایضاً، ص۲۷

۴۱۔ خواجہ محمد زکریا، کلیاتِ مجید امجد، (لاہور: الحمد پبلی کیشنز، ۲۰۰۳ء)، مرتبہ، ص۳۳۷

۴۲۔ ریاض رضوان، ص۱۰ ۴۳۔ ایضاً، ص۴۱۸

۴۴۔ ص۲ ۴۵۔ ص۲۲

۴۶،۴۷۔ ص۴۷ ۴۸۔ ص۵۰

۴۹۔ ص۱

۵۰۔ ابواللیث صدیقی، لکھنو کا دبستانِ شاعری، (علی گڑھ: مسلم یونی ورسٹی، ۱۹۴۴ء)، ص۴۴۱

۵۱۔ ص۳ ۵۲۔ ص۲۰

۵۳۔ ص۱۰۶ ۵۴،۵۵۔ ص۱۰۵

۵۶۔ خُم کدۂ ریاض، مشمولہ: ماہنامہ الناظر، (لکھنو: الناظر بک ایجنسی، جنوری ۱۹۳۰ء)، ص۴۷

۵۷۔ حامد حسن قادری، خم خانۂ ریاض، مشمولہ: نقد و نظر، (آگرہ: شاہ اینڈ کمپنی، ۱۹۴۲ء)، ص۲۱۴۔۲۲۷